چھٹے امام حضرت صادق آل محمد علیہ السلام

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

نام ونسب

جعفرؑ نام کنیت ابوعبداللہ اور صادق لقب تھا آپ حضرت امام محمد باقرؑ کے بیٹے حضرت امام زین العابدینؑ کے پوتے اور شہید کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام کے پرپوتے تھے۔ سلسلہ عصمت کی آٹھویں کڑی اور ائمہ اہلبیتؑ میں سے چھٹے امام تھے آپ کی والدہ حضرت محمد ابن ابی بکر کی پوتی ام فروہ تھیں جن کے والد قاسم ابن محمد مدینہ کے سات مشہور فقہا میں سے تھے۔

ولادت

۸۳ھ میں ۱۷/ربیع الاول کو اپنے جد بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی تاریخ میں آپ کی ولادت ہوئی اس وقت آپ کے دادا حضرت امام زین العابدینؑ بھی زندہ تھے آپ کے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقرؑ کی عمر اس وقت چھبیس برس کی تھی۔ خاندان آل رسولؐ میں اس اضافہ کا انتہائی خوشی سے استقبال کیا گیا۔

نشو ونما اور تربیت

بارہ برس آپ نے اپنے جد بزرگوار حضرت امام زین العابدینؑ کے زیر سایہ تربیت پائی شہادت امام حسینؑ کے بعد سے پینتیس برس امام زین العابدین علیہ السلام کا مشغلہ عبادت الٰہی اور اپنے مظلوم باپ حضرت سید الشہداء کو رونے کے سوا اور کچھ نہ تھا واقعہ کربلا کو ابھی صرف بائیس برس گذرے تھے۔ اس مدت میں کربلا کا عظیم الشان واقعہ اپنے اثرات کے لحاظ سے ابھی کل ہی کی بات معلوم ہوتا تھا۔ امام جعفر صادقؑ نے آنکھ کھولی تو اسی غم واندوہ کی فضا میں، شب وروز شہادت حسینؑ کا تذکرہ اور اس غم میں نوحہ وماتم اور گریہ وبکا کی آوازوں نے ان کے دل ودماغ پر وہ اثر قائم کیا کہ جیسے وہ خود واقعہ کربلا میں موجود ہوتے پھر جب وہ یہ سنتے تھے کہ ان کے والد بزرگوار امام محمد باقر بھی کم سنی ہی کے دور میں سہی اس جہاد میں شریک تھے تو ان کے دل کو یہ احساس بہت صدمہ پہنچاتا ہوگا کہ خاندان عصمت کے موجودہ افراد میں ایک میں ہی ہوں جو اس قابل فخر یادگار معرکہ ابتلا میں موجود نہ تھا۔ چنانچہ اس کے بعد ہمیشہ اور عمر بھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے جس جس طرح اپنے جد مظلوم امام حسینؑ کی یاد کو قائم رکھنے کی کوشش کی ہے وہ اپنی آپ مثال ہے۔

بارہ برس کی آپ کی عمر تھی جب ۹۵ھ میں امام زین العابدین علیہ السلام کا سایہ سر سے اُٹھا، اس کے بعد انیس برس آپ نے اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے دامان تربیت میں گزارے۔ یہ وہ وقت تھا جب سیاست

بنی امیہ کی بنیادیں ہل چکی تھیں اور امام محمد باقرؑ کی طرف فیوض علمی حاصل کرنے کے لئے خلائق رجوع کر رہی تھی اس وقت اپنے پدر بزرگوار کی مجلس درس میں حضرت جعفر صادق ہی ایک وہ طالب علم تھے جو قدرت کی طرف سے علم کے سانچے میں ڈھال کر پیدا کئے گئے تھے۔ آپ سفر اور حضر دونوں میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہتے تھے۔ چنانچہ ہشام ابن عبدالملک کی طلب پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام جب دمشق تشریف لے گئے ہیں تو اس سفر میں بھی امام جعفر صادق علیہ السلام ساتھ تھے اس کا ذکر پانچویں امام کے حالات میں ہو چکا ہے۔

دور امامت

۱۱۴ھ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی وفات ہوئی اب امامت کی ذمہ داریاں امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف عائد ہوئیں اس وقت دمشق میں ہشام بن عبدالملک کی سلطنت تھی۔ اس کے زمانہ سلطنت میں ملک میں سیاسی خلفشار بہت زیادہ ہو چکا تھا۔ مظالم بنی امیہ کے انتقام کا جذبہ تیز ہو رہا تھا۔ اور بنی فاطمہ میں سے متعدد افراد حکومت کے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ ان میں نمایاں ہستی حضرت زید کی تھی جو امام زین العابدین علیہ السلام کے بزرگ مرتبہ فرزند تھے ان کی عبادت زہد وتقویٰ کا بھی ملک عرب میں شہرہ تھا، مستند اور مسلم حافظ قرآن تھے بنی امیہ کے مظالم سے تنگ آ کر انھوں نے بھی میدان جہاد میں قدم رکھا۔

امام جعفر صادقؑ کے لئے یہ موقع نہایت نازک تھا۔ مظالم بنی امیہ سے نفرت میں ظاہر ہے کہ آپ زید کے ساتھ متفق تھے پھر جناب زید آپ کے چچا بھی تھے جن کا احترام آپ لازم سمجھ رہے تھے مگر آپ کی انجام بیں نگاہ دیکھ رہی تھی کہ یہ اقدام کسی مفید نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے عملی طور سے آپ ان کا ساتھ دینا مناسب نہ سمجھتے تھے مگر یہ واقعہ ہوتے ہوئے بھی خود ان کی ذات سے آپ کو انتہائی ہمدردی تھی آپ نے مناسب طریقہ پر انھیں مصلحت بینی کی دعوت دی۔ مگر اہل عراق کی ایک بڑی جماعت کے اقرار اطاعت و وفاداری نے جناب زید کو کامیابی کے توقعات پیدا کر دیئے اور آخر ۱۲۰ھ میں ظالم فوج شام سے تین روز تک بہادری کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد شہید ہوئے۔ دشمن کا جذبہ انتقام اتنے ہی پر ختم نہیں ہوا۔ بلکہ دفن ہو چکنے کے بعد ان کی لاش کو قبر سے نکالا گیا اور سر کو جدا کر کے ہشام کے پاس بطور تحفہ بھیجا گیا اور لاش کو دروازہ کوفہ پر سولی دی گئی اور کئی برس تک اسی طرح اسے آویزاں رکھا گیا۔ جناب زید کے ایک سال کے بعد ان کے بیٹے یحییٰ بن زید بھی شہید ہوئے۔ یقینا ان حالات کا امام جعفر صادقؑ کے دل پر گہرا اثر پڑ رہا تھا مگر وہ جذبات سے بلند فرائض کی پابندی تھی کہ اس کے باوجود آپ نے اپنے خاموش اشتغال کو جو اشاعت علوم اہلبیتؑ اور نشر شریعت کے قدرت کی جانب سے آپ کے سپرد تھے برابر جاری رکھا۔

انقلاب سلطنت

بنی امیہ کا آخری دور ہنگاموں اور سیاسی کشمکشوں کا مرکز بن گیا تھا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بہت جلدی جلدی حکومتوں

میں تبدیلیاں ہورہی تھیں اور اسی لئے امام جعفر صادقؑ کو بہت سی دنیاوی سلطنتوں کے دور سے گذرنا پڑا ہشام بن عبدالملک کے بعد ولید بن یزید بن عبدالملک پھر یزید بن ولید بن عبدالملک اس کے بعد ابراہیم بن ولید ابن عبدالملک اور آخر میں مروان حمار جس پر بنی امیہ کی ظالم حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

جب سلطنت کی داخلی کمزوریاں قہر وغلبہ کی چولیں ہلا چکی ہوں تو قدرتی بات ہے کہ وہ لوگ جو اس حکومت کے مظالم کا مدتوں نشانہ رہ چکے ہوں اور جنھیں ان کے حقوق سے محروم کرکے صرف تشدد کی طاقت سے ہمسنے کا موقع نہ دیا گیا ہو، قفس کی تیلیوں کو کمزور پاکر پھڑ پھڑانے کی کوشش کریں گے اور حکومت کے شکنجے کو ایک دم توڑ دینا چاہیں گے سوائے ایسے بلند افراد کے جو جذبات کی پیروی سے بلند ہوں۔ عام طور پر اس طرح کی انتقامی کوششوں میں مصلحت اندیشی کا دامن بھی ہاتھ سے چھوٹنے کا امکان ہے مگر وہ انسانی فطرت کا ایک کمزور پہلو ہے جس سے خاص خاص افراد ہی مستثنیٰ ہوسکتے ہیں۔

بنی ہاشم میں عام طور پر سلطنت بنی امیہ کے اس آخری دور میں اسی لئے ایک حرکت اور غیر معمولی اضطراب پایا جارہا تھا اس اضطراب سے بنی عباس نے فائدہ اٹھایا انھوں نے اس آخری دور امویت میں پوشیدہ طریقے سے ممالک اسلامیہ میں ایک ایسی جماعت بنائی جس نے قسم کھائی تھی کہ ہم سلطنت کو بنی امیہ سے لے بنی ہاشم تک پہنچائیں گے جن کا وہ واقعی حق ہے حالانکہ حق تو ان میں سے مخصوص ہستیوں ہی میں منحصر تھا جو خدا کی طرف سے نوع انسانی کی رہبری اور سرداری کے حق دار قرار دیئے گئے تھے مگر یہ وہی جذبات سے بلند انسان تھے جو موقع کی سیاسی رفتار سے ہنگامی فوائد حاصل کرنا اپنا نصب العین نہ رکھتے تھے سلسلہ بنی ہاشم میں سے ان حضرات کی خاموشی قائم رہنے کے ساتھ اس ہمدردی کو جو عوام میں خاندان ہاشم کے ساتھ پائی جاتی تھی بنی عباس نے اپنے لئے حصول سلطنت کا ذریعہ قرار دیا حالانکہ انھوں نے سلطنت پانے کے ساتھ بنی ہاشم کے اصلی حقداروں سے ویسا ہی یا اس سے زیادہ سخت سلوک کیا جو بنی امیہ ان کے ساتھ کرچکے تھے یہ واقعات مختلف اماموں کے حالات میں آئندہ آپ کے سامنے آئیں گے۔

بنی عباس میں سے سب سے پہلے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے بنی امیہ کے خلاف تحریک شروع کی اور ایران میں مبلغین بھیجے جو مخفی طریقہ پر لوگوں سے بنی ہاشم کی وفاداری کا عہد و پیمان حاصل کریں محمد بن علی کے بعد ان کے بیٹے ابراہیم قائم مقام ہوئے۔ جناب زید اور ان کے صاحبزادے جناب یحییٰ کے دردناک واقعات شہادت سے بنی امیہ کے خلاف غم وغصہ میں اضافہ ہوگیا۔ اس سے بھی بنی عباس نے فائدہ اٹھایا اور ابوسلمہ خلالی کے ذریعہ سے عراق میں بھی اپنے اثرات قائم کرنے کا موقع ملا رفتہ رفتہ اس جماعت کے حلقۂ اثر میں اضافہ ہوتا گیا اور ابومسلم خراسانی کی مدد سے عراق عجم کا پورا علاقہ قبضہ میں آگیا اور بنی امیہ کی طرف کے حاکم کو وہاں سے فرار اختیار کرنا پڑا۔ ۱۲۹ھ سے عراق عجم اور خراسان وغیرہ میں سلاطین بنی امیہ کے نام خطبہ سے خارج

ہوکر ابراہیم بن محمد کا نام داخل کر دیا گیا۔

ابھی تک سلطنت بنی امیہ یہ سمجھتی تھی کہ یہ ایک مقامی مخالف حکومت سے ہے جو ایران میں محدود ہے مگر اب جاسوسوں نے اطلاع دی کہ اس کا تعلق ابراہیم ابن محمد ابن عباس کے ساتھ ہے جو مقام جابلقا میں رہتے ہیں اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ابراہیم کو قید کر دیا گیا اور قید خانہ ہی میں پھر ان کو قتل کر دیا گیا۔ ان کے پس ماندگان دوسرے افراد بنی عباس کے ساتھ بھاگ کر عراق میں ابوسلمہ کے پاس چلے گئے۔ ابومسلم خراسانی کو جو اِن حالات کی اطلاع ہوئی تو ایک فوج کو عراق کی طرف روانہ کیا جس نے اموی طاقت کو شکست دے کر عراق کو آزاد کرالیا۔

ابوسلمہ خلال جو وزیر آل محمدؐ کے نام سے مشہور ہیں بنی فاطمہؑ کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے انھوں نے چند خطوط اولاد رسولؐ میں سے چند بزرگوں کے نام لکھے اور ان کو قبول خلافت کی دعوت دی ان میں سے ایک خط حضرت امام جعفر صادقؑ کے نام بھی تھا سیاست کی دنیا میں ایسے مواقع اپنے اقتدار کے قائم کرنے کے لئے غنیمت سمجھے جاتے ہیں مگر وہ انسانی خودداری واستغنا کا مثالی مجسمہ تھا جس نے اپنے فرائض منصبی کے لحاظ سے اس موقع کو ٹھکرا دیا اور بجائے جواب دینے کے حقارت آمیز طریقہ پر اس خط کو آگ کی نذر کر دیا۔

ادھر کوفہ میں ابومسلم خراسانی کے تابعین اور بنی عباس کے ہوا خواہوں نے عبداللہ سفاح کے ہاتھ پر ۱۴؍ربیع الثانی ۱۳۲ھ کو بیعت کر لی اور اس کو امت اسلامیہ کا خلیفہ اور فرمانروا تسلیم کرلیا۔ عراق میں اقتدار قائم کرنے کے بعد انھوں نے دمشق پر چڑھائی کر دی۔ مروان حمار نے بھی بڑے لشکر کے ساتھ مقابلہ کیا۔ مگر بہت جلد اس کی فوج کو شکست ہوئی۔ مروان نے فرار کیا اور آخر افریقہ کی سرزمین پر پہنچ کر قتل ہوا۔ اس کے بعد سفاح نے بنی امیہ کا قتل عام کرایا۔ سلاطین بنی امیہ کی قبریں کھدوائیں اور ان کی لاشوں کے ساتھ عبرتناک سلوک کئے گئے۔ اس طرح قدرت کا انتقام جو اِن ظالموں سے لیا جانا ضروری تھا بنی عباس کے ہاتھوں دنیا کی نگاہ کے سامنے آیا۔ ۱۳۶ھ میں ابوعبداللہ سفاح بنی عباس کے پہلے خلیفہ کا انتقال ہوگیا جس کے بعد اس کا بھائی ابوجعفر منصور تخت خلافت پر بیٹھا جو منصور دوانیقی کے نام سے مشہور ہے۔

سادات پر مظالم

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ بنی عباس نے ان ہمدردیوں سے جو عوام کو بنی فاطمہ کے ساتھ تھیں ناجائز فائدہ اٹھایا تھا اور انھوں نے دنیا کو یہ دھوکا دیا تھا کہ ہم اہلبیت رسولؐ کے حقوق کی حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے رضائے آل محمد ہی کے نام پر لوگوں کو اپنی نصرت وحمایت پر آمادہ کیا تھا اور اسی کو اپنا نعرہ جنگ قرار دیا تھا۔ اس لئے انھیں برسر اقتدار آنے کے بعد اور بنی امیہ کو تباہ کرنے کے بعد سب سے بڑا اندیشہ یہ تھا کہ کہیں ہمارا یہ فریب دنیا پر کھل نہ جائے اور یہ تحریک نہ پیدا ہوجائے کہ خلافت بنی عباس کے بجائے بنی فاطمہ کے سپرد ہونا چاہئے جو حقیقت میں آل رسولؐ ہیں۔ ابوسلمہ خلال بنی فاطمہ کے

ہمدردوں میں سے تھے۔ اس لئے یہ خطرہ تھا کہ وہ اس تحریک کی حمایت نہ کرے۔ لہٰذا سب سے پہلے ابوسلمہ کو راستے سے ہٹایا گیا اور وہ باوجود ان احسانات کے جو بنی عباس کے ساتھ کرچکا تھا سفاح ہی کے زمانہ میں تشدد کا نشانہ بنا اور تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔ ایران میں ابومسلم خراسانی کا اثر تھا۔ منصور نے انتہائی مکاری اور غداری کے ساتھ اس کی زندگی کا بھی خاتمہ کردیا۔

اب اسے اپنی من مانی کارروائیوں میں کسی بااثر اور صاحب اقتدار شخصیت کی مزاحمت کا اندیشہ نہ تھا۔ لہٰذا اس کے ظلم وستم کا رخ سادات بنی فاطمہ کی طرف مڑ گیا۔ مولانا شبلی سیرت نعمان میں لکھتے ہیں ''صرف بدگمانی پر منصور نے سادات علویین کی بیخ کنی شروع کردی جو لوگ ان میں ممتاز تھے ان کے ساتھ زیادہ بے رحمیاں کی گئیں۔ محمد ابن ابراہیم کہ حسن وجمال میں یگانہ روزگار تھے اور اسی وجہ سے دیباج کہلاتے تھے۔ زندہ دیواروں میں چنوادیئے گئے۔ ان بے رحمیوں کی ایک داستان ہے جس کے بیان کرنے کو بڑا سخت دل چاہئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دل پر ان حالات کا بہت اثر ہوتا تھا چنانچہ جب سادات بنی حسن طوق وزنجیر میں قید کرکے مدینہ سے لے جائے جارہے تھے تو حضرت ایک مکان کی آڑ میں کھڑے ہوئے ان کی حالت کو دیکھ دیکھ کر رو رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ افسوس مکہ ومدینہ بھی دارالامن نہ رہا پھر آپ نے اولاد انصار کی حالت پر افسوس کیا کہ انصار نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عہد وپیمان پر مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی تھی کہ ہم آپ کی اور آپ کی اولاد کی اسی طرح حفاظت وحمایت کریں گے جس طرح اپنے اہل وعیال اور جان ومال کی حفاظت کرتے ہیں مگر آج انصار کی اولاد باقی ہے اور کوئی ان سادات کی مدد نہیں کرتا یہ فرماکر آپ بیت الشرف کی طرف واپس ہوئے اور بیس دن تک شدت سے بیمار رہے۔

ان قیدیوں میں امام حسن علیہ السلام کے صاحبزادے عبداللہ محض بھی تھے جنھوں نے کبرسنی کے عالم میں عرصہ تک قید کی مصیبتیں اٹھائیں۔ ان کے بیٹے محمد نفس زکیہ نے حکومت کا مقابلہ کیا اور ۱۴۵ھ میں دشمن کے ہاتھ سے مدینہ منورہ کے قریب شہید ہوئے جوان بیٹے کا سر بوڑھے باپ کے پاس قیدخانہ میں بھیجا گیا اور یہ صدمہ ایسا تھا کہ جس سے عبداللہ محض پھر زندہ نہ رہ سکے اور ان کی روح نے جسم سے مفارقت کی، اس کے بعد عبداللہ کے دوسرے صاحبزادے ابراہیم بھی منصور کی فوج کے مقابلہ میں جنگ کرکے کوفہ میں شہید ہوئے۔ اسی طرح عباس ابن حسن، عمر ابن حسن مثنیٰ، علی وعبداللہ فرزندان نفس زکیہ، موسیٰ اور یحییٰ برادران نفس زکیہ وغیرہ بھی بے دردی اور بے رحمی سے قتل کئے گئے۔ بہت سے سادات عمارتوں میں زندہ چنوادیئے گئے۔

امام کے ساتھ بدسلوکیاں

ان تمام ناگوار حالات کے باوجود جن کا تذکرہ انتہائی اختصار کے ساتھ اوپر لکھا گیا، امام جعفر صادق علیہ السلام خاموشی کے ساتھ علوم اہلبیتؑ کی اشاعت میں مصروف رہے اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ لوگ بھی جو بحیثیت امامت حقہ آپ

کی معرفت نہ رکھتے تھے یا اسے تسلیم کرنا نہیں چاہتے تھے وہ بھی آپ کی علمی عظمت کو مانتے ہوئے آپ کے حلقۂ درس میں داخل ہونے کو فخر سمجھتے تھے۔

منصور نے پہلے حضرت کی علمی عظمت کا اثر عوام کے دل سے کم کرنے کے لئے ایک تدبیر یہ کی کہ آپ کے مقابلے میں ایسے اشخاص کو بحیثیت فقیہ اور عالم کے کھڑا کر دیا جو آپ کے شاگردوں کے سامنے بھی زبان کھولنے کی قدرت نہ رکھتے تھے اور پھر وہ خود اس کا اقرار رکھتے تھے کہ ہمیں جو کچھ آیا وہ امام جعفر صادقؑ کی بارگاہ سے حاصل ہوا مگر اقتدار حکومت ان کے فتوے کو مستند قرار دیتا تھا اور اس طرح حضرت صادق آل محمدؐ کی مرجعیت کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا تھا جب اس میں ناکامی ہوئی تو حضرت کی ایذا رسانی اور قتل یا گرفتاری کی تدبیریں کی جانے لگیں اس کے لئے ہر ہر شہر اور ہر ہر قصبہ میں جاسوس مقرر کئے گئے جو شیعوں کے حالات پر نظر رکھیں اور جس کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ امام جعفر صادقؑ کی محبت کا دم بھرتا ہے اسے گرفتار کیا جائے۔

چنانچہ معلیٰ ابن خنیس ان ہی شیعوں میں سے تھے جو گرفتار کئے گئے اور ظلم وستم کے ساتھ شہید کئے گئے خود امام جعفر صادقؑ کو تقریباً پانچ مرتبہ مدینہ سے دربار شاہی میں طلب کیا گیا جو آپ کے لئے سخت روحانی تکلیف کا باعث تھا یہ اور بات ہے کہ کسی مرتبہ آپ کے خلاف کوئی بہانہ اسے ایسا نہ مل سکا کہ آپ کے قید یا قتل کئے جانے کا حکم دیتا بلکہ اس سلسلہ میں عراق کے اندر ایک مدت کے قیام سے علوم اہلبیتؑ کی اشاعت کا حلقہ وسیع ہوا اور اس کو محسوس کر کے منصور نے پھر آپ کو مدینہ بھجوا دیا اس کے بعد بھی آپ ایذا رسانی سے محفوظ نہیں رہے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ کے گھر میں آگ لگا دی گئی قدرت خدا تھی کہ وہ آگ جلد فرو ہوگئی اور آپ کے متعلقین اور اصحاب کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔

اخلاق واوصاف

آپ اسی عصمت کی ایک کڑی تھے جسے خداوند عالم نے نوع انسانی کے لئے نمونہ کامل بنا کر پیدا ہی کیا تھا ان کے اخلاق واوصاف زندگی کے ہر شعبہ میں معیاری حیثیت رکھتے تھے خاص خاص اوصاف جن کے متعلق مورخین نے مخصوص طور پر واقعات نقل کئے ہیں۔ مہماں نوازی، خیر وخیرات، مخفی طریقہ پر غربا کی خبرگیری، عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک، عفو جرائم، صبر وتحمل وغیرہ ہیں۔

ایک مرتبہ ایک حاجی مدینہ میں وارد ہوا اور مسجد رسولؐ میں سو گیا آنکھ کھلی تو اسے شبہہ ہوا کہ اس کی ایک ہزار کی تھیلی موجود نہیں ہے اس نے اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا کسی کو نہ پایا ایک گوشہ مسجد میں امام جعفر صادق علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے وہ آپ کو بالکل نہ پہچانتا تھا آپ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ ''میری تھیلی تم نے لی ہے؟ حضرت نے فرمایا اس میں کیا تھا اس نے کہا ایک ہزار دینار حضرت نے فرمایا میرے ساتھ میرے مکان تک آؤ، وہ آپ کے ساتھ ہو گیا۔ بیت الشرف پر تشریف لا کر ایک ہزار دینار اس کے حوالے کر دیئے۔ وہ مسجد میں واپس گیا اور اپنا اسباب اٹھانے لگا تو خود اس کے دیناروں کی تھیلی اسباب میں نظر آئی۔ یہ دیکھ کر وہ بہت شرمندہ ہوا اور دوڑتا ہوا پھر امام کی خدمت میں آیا اور عذر خواہی کرتے

ہوئے وہ ہزار دینار واپس کرنا چاہے۔ حضرت نے فرمایا ہم جو کچھ دے دیتے ہیں وہ پھر واپس نہیں لیتے۔

موجودہ زمانہ میں یہ حالات سب ہی کی آنکھوں سے دیکھے ہوئے ہیں کہ یہ اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ اناج مشکل سے ملے گا تو جس کو جتنا ممکن ہو وہ اناج خرید کر رکھ لیتا ہے مگر امام جعفر صادق علیہ السلام کے کردار کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے وکیل معتب سے ارشاد فرمایا کہ غلہ روز بروز مدینہ میں گراں ہوتا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں کس قدر غلہ ہوگا؟ معتب نے کہا کہ ہمیں اس گرانی اور قحط کی تکلیف کا کوئی اندیشہ نہیں ہے ہمارے پاس غلہ اتنا ذخیرہ ہے جو بہت عرصہ تک کافی ہوگا، حضرت نے فرمایا یہ تمام غلہ فروخت کر ڈالو اس کے بعد جو حال سب کا ہو وہی ہمارا بھی ہو، جب غلہ فروخت کردیا گیا تو فرمایا اب خالص گیہوں کی روٹی نہ پکا کرے بلکہ آدھے گیہوں اور آدھے جَو کی جہاں تک ممکن ہو ہمیں غریبوں کا ساتھ دینا چاہئے۔

آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ مالداروں سے زیادہ غریبوں کی عزت کرتے تھے مزدوروں کی بڑی قدر فرماتے تھے۔ خود بھی تجارت فرماتے تھے اور اکثر اپنے باغوں میں بہ نفس نفیس محنت بھی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ بیلچہ ہاتھ میں لئے باغ میں کام کر رہے تھے اور پسینہ سے تمام جسم تر ہوگیا تھا کسی نے کہا یہ بیلچہ مجھے عنایت فرمائیے کہ میں یہ خدمت انجام دوں۔ حضرت نے فرمایا طلب معاش میں دھوپ اور گرمی کی تکلیف سہنا عیب کی بات نہیں۔ غلاموں اور کنیزوں پر وہی مہربانی رہتی تھی جو اس گھرانے کی امتیازی صفت تھی اس کا ایک حیرت انگیز نمونہ یہ ہے جسے سفیان ثوری نے بیان کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہے۔ میں نے سبب دریافت کیا۔ فرمایا میں نے منع کیا تھا کہ کوئی مکان کے کوٹھے پر نہ چڑھے۔ اس وقت جو گھر میں گیا تو دیکھا کہ ایک کنیز جو ایک بچہ کی پرورش پر معین تھی اسے گود میں لئے زینہ سے اوپر جارہی ہے مجھے دیکھا تو ایسا خوف طاری ہوا کہ بدحواسی میں بچہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اس صدمہ سے جاں بحق تسلیم ہوا مجھے بچے کے مرنے کا اتنا صدمہ نہیں ہوا جتنا اس کا رنج ہے کہ اس کنیز پر اتنا رعب وہراس کیوں طاری ہوا پھر حضرت نے اس کنیز کو پکار کر فرمایا ڈرو نہیں میں نے تم کو راہ خدا میں آزاد کردیا۔ اس کے بعد حضرت بچے کی تجہیز وتکفین کی طرف متوجہ ہوئے۔

اشاعت علوم

تمام عالم اسلامی میں آپ کی علمی جلالت کا شہرہ تھا دور دور سے لوگ تحصیل علم کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے شاگردوں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ ان میں فقہ کے علماء بھی تھے۔ تفسیر کے متکلمین بھی تھے اور مناظرین بھی۔ آپ کے دربار میں مخالفین مذہب آ آ کر سوالات پیش کرتے تھے اور آپ کے اصحاب سے اور ان سے مناظرے ہوتے رہتے تھے جن پر کبھی کبھی مناظرے کے ختم ہونے پر اور فریق مخالف کے شکست کھا کر چلے جانے کے بعد آپ نقد وتبصرہ بھی فرماتے تھے

(بقیہ............صفحہ ۳۳ پر)

بحرمة النبی و اله الامجاد و نظر باینکه نهال هنر هر چند برومند باشد ،ولی مسحاب مکرمت ذوی الاقتدارسر باوج عزت و اعتبارنمی رساند واعتبار اهل کمال موجب مزید دعای دوام دولت واقبال عالیحضرت خجسته فعال می گردد۔لهذا این کتاب را تحفه مجلس سامی و محفل گرامی گردانید ترقیب الطاف کریمانه اینکه نظر باشتمال حل کتاب بر کلام ملك علام و احادیث خیر الانام و جناب اهلبیت کرام مقبول طبع شریف ملازمان آستان شود۔مَدَّ اللہُ ظَلَّ ظَلالَہٗ بِحَقِّ مُحَمَّدٌ وَ آلِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ۔علام و احادیث خیر الانام و جناب اهلبیت کرام مقبول طبع شریف ملازمان آستان شود۔مَدَّ اللہُ ظَلَّ ظَلالَہٗ بِحَقِّ مُحَمَّدٌ وَ آلِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ۔

وقار کا شمس وقمر قرار دے۔

اور چونکہ اہل علم و فضل ،رؤسا کے زیر سایہ پروان چڑھتے ہیں اور صاحبان فضل وکمال کا اعتبار واعتماد، عالی حضرت کی دولت وحکومت کی دوام کا سبب بنتا ہے۔

اس لئے اس کتاب کو اپنی مجلس سامی ومحفل گرامی کا تحفہ قرار دیا۔اس کتاب میں اللہ کا کلام ،احادیث خیر الانامؐ اور جناب اہلبیت کرامؑ کے ارشادات کا ذکر ہوا ہے۔اور انشاء اللہ یہ کتاب، اہلبیتؑ کے غلاموں کو پسند آئے گی۔ مَدّ اللہ ظَلّ ظَلالَہٗ بِحَقِّ مُحَمَّدٌ وَ آلِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ۔

(باقی آئندہ قسط میں)

بقیہ............ چھٹے امام حضرت صادق علیہ السلام

اوراصحاب کو ان کی بحث کے کمزور پہلو بتلا بھی دیتے تھے تا کہ آئندہ وہ ان باتوں کا خیال رکھیں۔کبھی آپ خود بھی مخالفین مذہبی اور بالخصوص دہریوں سے مناظرہ فرماتے تھے علاوہ علوم فقہ وکلام وغیرہ کے علوم غربیہ جیسے ریاضی اور کیمیا وغیرہ کی بھی بعض شاگردوں کو تعلیم دی تھی۔ چنانچہ آپ کے اصحاب میں سے جابر بن حیان طرسوسی سائنس اور ریاضی کے مشہور امام فن ہیں جنھوں نے چارسو رسالے امام جعفر صادق علیہ السلام کے افادات کو حاصل کر کے تصنیف کئے آپ کے اصحاب میں سے بہت سے بڑے فقہا تھے جنھوں نے کتابیں تصنیف کیں جن کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔

وفات

ایسی مصروف زندگی رکھنے والے انسان کو جاہ سلطنت کے حاصل کرنے کی فکروں سے کیا مطلب! مگر آپ کی علمی مرجعیت اور کمالات کی شہرت ہی سلطنت وقت کے لئے ایک مستقل خطرہ محسوس ہوتی تھی جب کہ یہ معلوم تھا کہ اصلی خلافت کے حقدار یہی ہیں جب حکومت کی تمام کوششوں کے باوجود کوئی بہانہ اسے آپ کے خلاف کسی کھلے ہوئے اقدام اور خونریزی کا نہ مل سکا تو آخر خاموش حربہ زہر کا اختیار کیا گیا اور زہر آلود انگور حاکم مدینہ کے ذریعہ سے آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے جن کے کھاتے ہی زہر کا اثر جسم میں سرائت کر گیا اور ۱۵ ر شوال ۱۴۸ھ میں ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی آپ کے فرزند اکبر اور جانشین حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے تجہیز وتکفین کی اور نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع کے اس احاطے میں کہ جہاں اس کے پہلے امام حسنؑ امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقرؑ دفن ہو چکے تھے آپ کو بھی دفن کیا گیا۔

